Vol.7, No.3 2023

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

رسالہ "قومی زبان" اور غالبیات

"THE MAGAZINE"QAUMI ZABAN" AND GALIBYAT"

Rukhsana Jafar Ali *
Ph.D. Scholar, Department of Urdu, University of Sindh, Jam Shoro
Professor Dr. (R) Syed Ateeq Ahmed Jilany*
Department of Urdu, university of Sindh Jam Shoro

Abstract:
Mirza Asadullal Ghalib (1797.1869) was the poet and writer in the urdu and perrsian languages. He was the poet and writer in the 19th century . He remains one of the most popular and influential master of the urdu language today too. He remains popular not only in India and Pakistan but also in the world. He has been written Ghazals, Qaseedas, Masnawees, History, Criticism and letters in urdu and persian languages. His poetry and literary works are the focus of scholars eyes. Literary magazines and newspapers have contributed a lot to highlight his skills. In some of the magazines , essays and articles on his poetry and prose are regularly published such as in monthly risala "Qaumi Zaban" Pakistan. There are so many researching , critical, historical and different interesting topics on poetry, prose have been publishing in this magazine since beginning .The number of essays are written on the Ghalib's urdu and persian poetry and prose after Allama Iqbal in this magazine. The life conditions have also been discussing besides his personal and art qualities like different style of expressions and thoughts. This research article focused on the following perspective:

The studies of Ghalb's life in which Meer Taqi Meer's opinion on Ghalib's poetry and Ghalib's Spousal life in which his life historians, Ghalib himself and essay writer's opinions have been discussed. On the other part of the article Ghalib's Collection of urdu poetry which was published by the Malik Ram . Malik Ram is famous as historian of Ghalib's life and his followers. Similarly Ghalib and Iqbal's comparison is discussed in the other part of the article. Ghalib's persian poetry has been discussed in the third part of the article. A short list of Reviews on the books written on Ghalib has been presented which shows that reviews on old and new publishing books is the tradition the from the beginning of this magazine beside Critical and researching writings.

رسالہ "قومی زبان" اور غالبیات

انجمن ترقّیِ اردو (پاکستان) کے شائع کردہ رسالے "قومی زبان" (کراچی) میں شعری اور نثری اصنافِ ادب کے متعلق تحقیقی اور تنقیدی مقالات اور مضامین کے علاوہ مختلف دل چسپ معلوماتی تحریریں بھی صفحات کی زینت بنتی ہیں جن کے مطالعے سے تحقیق اور تنقید سے وابستہ اہلِ دانش و فکر، جستجو کے نئے راستوں کا تعین کرتے رہتے ہیں۔ مذکورہ بالا عنوان کے تحت یہ مضمون، ذخیرۂ غالبیات سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مضمون میں "قومی زبان" میں غالب پر شائع ہونے والی بعض تحاریر کا جائزہ لیا جانا مقصود ہے۔

رسالہ "قومی زبان" کے ذخیرۂ غالبیات کی تقسیم چار حصّوں میں کی جاسکتی ہے:

(الف) غاؔلب کے حالاتِ زندگی

(ب) غاؔلب کی اردو شاعری

(ج) غاؔلب کی فارسی شاعری

(د) غاؔلب سے متعلق کتب پر تنقیدی تبصرے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7, No.3 2023

(الف)

رسالہ "قومی زبان" (شمارہ مئی ۱۹۶۵ء) کے صفحہ نمبر ۱۹ تا ۲۹ پر سید قدرت نقوی کے مضمون بہ عنوان "غالبؔ کے متعلق میر کی رائے" شائع ہوا جس میں اس بحث سے متعلق مختلف اہلِ علم و فن کی آرا شامل کی گئی ہیں۔

مولانا الطاف حسین حالی کے بہ قول میر تقی میرؔ جو مرزا کے ہم وطن تھے۔ غالبؔ کے لڑکپن کے اشعار سن کر یہ کہنا:

"اگر اس لڑکے کو کوئی استاد مل گیا اور اس نے اس کو سیدھے رستے پر ڈال دیا تو لاجواب شاعر بن جائے گا ورنہ مہمل بکنے گا"۔۱

حاشیے میں لکھتے ہیں:

"مرزا کی ولادت ۱۲۱۲ھ میں واقع ہوئی۔ اس سے ظاہر یہ ہے کہ مرزا کی عمر میرؔ کی وفات کے وقت تیرہ چودہ برس کی تھی۔ مرزا کے اشعار ان کے بچپن کے دوست نوّاب حسّام الدّین حیدر مرحوم، والد ناظر حسین صاحب نے میر تقی میرؔ کو دکھائے تھے"۔۲ شیخ محمد اکرام۳، مسٹر مالک رام۴ اور مولانا غلام رسول مہر۵ نے مولانا حالی کے بیان پر شک کا اظہار کیا ہے کہ

۲

حسام الدین حیدر، غالبؔ کے بزرگ و مربی تو ہو سکتے ہیں بچپن کے دوست نہیں ہو سکتے البتہ بچپن کے دوست ان کے لڑکے ناظر حسین مرزا تھے جب کہ مالک رام، غالبؔ کی عمر پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں کہ اتنی کم عمری میں ایسی شاعری کہ جسے میر تقی میرؔ جیسے عظیم شاعر کی رائے لینے کے لیے آگرے یا دلّی سے لکھنؤ کا سفر کیا جائے۔ لکھتے ہیں:

"میرؔ کی وفات کے وقت غالبؔ کی عمر تیرہ برس سے کم تھی اور چوں کہ انھوں نے دس گیارہ برس کی عمر سے شعر کہنا شروع کیا، اس لیے دوسرے لفظوں میں اس وقت ان کی شاعری کی عمر دو ڈھائی برس کی ہوگی۔ اس عمر کے لڑکے کا کلام ایک شہر سے دوسرے شہر میں۔۔ جانا بجائے خود حیرت ناک بات ہے"۔۶

میرؔ کی غالب کی شاعری کے متعلق رائے کے حوالے سے مولانا غلام رسول مہرؔ کا "ماہِ نو" فروری ۱۹۴۹ء میں ایک مضمون بہ عنوان "غالبؔ اور میر تقی میرؔ" شائع ہوا جس میں وہ غالب کی شاعری کے بارے میں میر تقی میر کی رائے لینے کو غیر یقینی قرار دیتے ہیں۔ چناں چہ وہ حالی کی "یادگارِ غالبؔ" سے عبارت نقل فرما کر رقم طراز ہیں:

"مجھے ابتدا ہی سے اس حکایت کے متعلق شبہات رہتے ہیں اور جب بھی کبھی اس پر غور کیا، یہی احساس اور تاثر لے کر اٹھا کہ یہ صحیح نہیں ہو سکتا"۔

مولانا غلام رسول مہرؔ نے اس حکایت کے درست ہونے یا نہ ہونے کے سلسلے میں مولانا ابو الکلام آزادؔ سے ان کی رائے جاننا چاہی تو فرمایا:

"میر تقی میرؔ والی حکایت مندرج "یادگارِ غالبؔ" عام حالات میں تو ضرور مستبعد معلوم ہوتی ہے لیکن خاص خاص حالات میں چنداں مستبعد نہیں۔ غالبؔ نے خود لکھا ہے کہ میری تیرہ برس کی عمر تھی، جب ملّا عبد الصّمد میرے مکان پر آکر مقیم ہوا اور فارسی زبان کے اصول و قواعد میرے دماغ میں پیوست کر دیے۔ عبد الصّمد دو سال تک ٹھہرا تھا۔ اگر تیرہ برس کی عمر میں ہوگا تو زیادہ سے زیادہ پندرہ برس کی عمر تک استفادہ کا موقع ملا ہوگا۔ اگر غالبؔ کی قدرتی استعداد اور مناسبت کا یہ حال تھا کہ چودہ برس کی عمر میں فارسی زبان کے ان رموز و غوامض کا متحمّل ہو سکتا تھا، جن سے سراج الدین خان آرزو، شمس الدین فقیرؔ اور ٹیک چند بہارؔ جیسے دماغ سوختگان مدارس عمر بھر کے درس و

Vol.7, No.3 2023
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

تدریس کے بعد بھی آشنا نہ ہو سکے تو یہ بات کیوں مستبعد تصوّر کی جائے کہ بارہ تیرہ برس کی عمر میں شعر شروع کر دیا ہو اور ندرت و غرابت کی وجہ سے اس بات کا چرچا لوگوں میں ہونے لگا ہو؟ حتّٰی کہ میرؔ تک کسی نے یہ تذکرہ پہنچا دیا ہو؟"۔ ۷

صاحب مضمون بحث کو سمیٹتے ہوئے اپنی تحریر میں شیخ اکرام، مسٹر مالک رام اور مولانا غلام رسول مہرؔ کا حالی کی میرؔ و غالبؔ کے متعلق روایت پر اٹھائے گئے اعتراضات اور سوالات کا دلائل کے ساتھ اپنی جانب سے جواب دینے کی مقدور بھر کوشش کی ہے۔ چناں چہ اس ضمن میں چند اہم نکات درج ذیل میں پیش کیے گئے ہیں:

۳

(الف) غالبؔ نے اردو شاعری آٹھ نو برس کی عمر اور فارسی شاعری گیارہ برس کی عمر میں شروع کر دی تھی۔

(ب) غالبؔ کو گیارہ برس کی عمر سے پہلے تذکروں میں جگہ دی جانے لگی تھی۔

(ج) غالبؔ کی مخالفت اور کلام پر اعتراضات آگرے ہی میں ہونے لگے تھے۔ اس لیے مخالفین کا زور کم کرنے اور عزیزوں کی تسکین و اطمینان کے لیے میر صاحب سے رائے لینا ضروری تھا۔ حسام الدین حیدر اور الٰہی بخش خاں معروفؔ کے تعلقات، یگانگت و موافقت کا تقاضا یہی تھا۔

درج بالا نکات کی روشنی میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ میر تقی میرؔ سے غالبؔ کے کلام کے متعلق رائے لینا بعید از قیاس نہیں ہے۔

(۲) رسالہ "قومی زبان" (شمارہ فروری ۱۹۸۹ء) میں علی حیدر ملک کا تحریر کردہ مقالہ صفحہ نمبر ۲۷ تا ۲۹ پر موجود ہے جو غالب کی ازدواجی زندگی کے متعلق ہے۔ مقالے کے آغاز میں مرزا غالبؔ کی شادی کی تاریخ ۷ ارجب ۱۲۲۵ ہجری مطابق ۹ اگست ۱۸۱۰ عیسوی درج ہے۔ یہ شادی مرزا الٰہی بخش خاں معروفؔ کی صاحبزادی امراؤ بیگم سے ان کی چچی نے کروائی تھی۔ غالبؔ کی شادی ہوئی تو اس وقت ان کی عمر صرف تیرہ برس کی تھی۔ غالبؔ کے بیش تر محققین و سیرت نگاروں کے خیال میں غالبؔ اس رشتے کو پسند نہیں کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ خوش گوار زندگی نہ گزار سکے۔ اس بارے میں شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

> "مرزا کی تحریروں سے بالخصوص اس دردناک مرثیے سے جو انھوں نے پچیس (۲۵) برس کی عمر سے پہلے لکھا یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ وہ شادی کو "دامِ سخت" ہی سمجھتے رہے۔ "اڑنے" سے پہلے "گرفتار" ہو جانا انھیں ناگوار تھا"۔ ۸

ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ، غالبؔ اور ان کی زوجہ کے تعلقات کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

> "ان دونوں کی طبیعتوں میں بے حد اختلاف تھا۔ انشاؔ کا مصرع:
>
> ع "میں ہوں ہنسوڑ، تو ہے مقطع، میرا تیرا میل نہیں"
>
> ان دونوں پر پوری طرح منطبق ہوتا ہے۔ مرزا ظریف الطبع، رند مشرب، یار باش اور جدت پسند تھے تو ان کی بیوی متقی، پرہیز گار، پابند صلات اور قدامت پسند تھیں۔ دونوں کے کھانے پینے کے برتن علاحدہ علاحدہ ہو گئے تھے اور مرزا اپنی ظریفانہ طبیعت کے سبب سے اپنی بیوی کے ساتھ موقع بہ موقع ظرافت و مزاح سے نہیں چوکتے تھے۔ اس سے متعلق ان کے کئی لطیفے مشہور ہیں۔ مولانا حالیؔ نے بھی "یادگارِ غالبؔ" میں نقل کیے ہیں۔ ان کے اگرچہ سات بچے ہوئے مگر کوئی سال ڈیڑھ سال سے زیادہ نہ جیا۔ یہ بھی ایک وجہ ہو گی کہ مرزا اپنی بیوی یا زنانہ مکان کی طرف زیادہ توجہ نہ رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ بیوی کی عبادت گزاری اور تقوا کا خیال بھی پیشِ نظر ہو گا۔ کیوں کہ ایک لطیفہ یہ بھی ہے کہ وہ زنانہ مکان میں اس طرح جوتے اتار کر ادب سے داخل ہوتے تھے جیسے کوئی مسجد یا درگاہ میں جاتا ہے"۔ ۹

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7, No.3 2023

ایک خط بہ نام علاء الدین علائی [۱۰] میں غالبؔ لکھتے ہیں:

۴

”چناں چہ میں آٹھویں رجب ۱۲۱۲ ہجری میں روبکاری کے واسطے یہاں بھیجا گیا۔ تیرہ برس حوالات میں رہا۔ ۷ ارجب ۱۲۲۵ ہجری کو میرے واسطے حکمِ دوام جاری ہوا۔ ایک بیڑی میرے پاؤں میں ڈال دی۔ دلّی شہر زنداں مقرر ہوا اور مجھے زنداں میں ڈال دیا گیا“۔ [۱۱]

غالبؔ، منشی ہر گوپال تفتہؔ [۱۲] کو لکھے گئے ایک خط میں رقم طراز ہیں:

”امراؤ سنگھ کے حال پر اس واسطے، مجھ کو رحم اور اپنے واسطے رشک آتا ہے۔ اللہ اللہ ایک وہ ہیں کہ دو بار ان کی بیڑیاں کٹ چکی ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ ایک اوپر پچاس برس سے جو پھانسی کا پھندا گلے میں پڑا ہے نہ تو پھندا ہی ٹوٹتا ہے نہ دم نکلتا ہے“۔ [۱۳]

مذکورہ مضمون میں غالبؔ کی ازدواجی زندگی سے متعلق محققین کا کہنا کہ غالبؔ کی ازدواجی زندگی ناخوش گوار تھی جب کہ مقالہ نگار نے محققین کی آرا کو رد کرتے ہوئے اہم چند نکات پیش کیے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

☆ اگر ایسا ہوتا تو غالبؔ دوسری شادی کر سکتے تھے۔

☆ اگر بیوی سے خراب تعلقات ہوتے تو عارفؔ اور ان کے بچوں سے (جو کہ ان کی زوجہ کے رشتہ دار تھے) اس قدر شفقت کا مضاہرہ نہ کرتے۔

☆ ازدواجی زندگی میں میاں بیوی میں کسی امر پر اختلاف ہو سکتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں لیا جا سکتا کہ ان کی زندگی ناخوش گوار ہے۔

☆ عموماً رشتۂ ازدواج کو دامِ سخت ہی سمجھا جاتا ہے۔

(ب)

(۱) رسالہ ”قومی زبان“ کراچی، فروری ۱۹۶۹ء کے صفحہ نمبر ۳۳ تا ۴۱ پر محمد انصاراللہ نظرؔ کا ایک مقالہ بہ عنوان ”دیوانِ غالبؔ (نسخۂ مالک رام)“ شائع ہوا ہے۔ ابتدا میں مذکورہ مرتّبہ دیوانِ غالبؔ کا مختصر تعارف ہے۔ پھر اس دیوان سے متعلق معلومات دی گئی ہیں۔

چند اہم نکات درج ذیل ہیں:

☆ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ مالک رام) پہلی مرتبہ ۱۹۵۷ء میں آزاد کتاب گھر دلّی سے چھپ کر شائع ہوا۔

☆ اس دیوان کا متن مطبع نظامی، کان پور کے ایڈیشن پر مبنی ہے۔

☆ اس دیوان میں موجودہ اسلوب کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے سہولت کے لیے تبدیلی کی گئی ہے۔

☆ مرتّب نے ”بہترین متن“ کا اصول اختیار کرنے کے بجائے پرانے طریقۂ کار کو اپنایا ہے جس میں کسی ایک نسخے کو معیار بنا کر باقی نسخوں کے اختلاف کی نشان دہی کر دی جاتی ہے۔

☆ موجودہ دیوان کا متن مطبع نظامی والے ایڈیشن کے مطابق ہے۔

۵

☆ مرتّب کے نزدیک مطبع نظامی کے نسخے میں غلطیاں تھیں۔ ان غلطیوں کی تصحیح کے لیے انھیں مطبع مفید الخلائق ۱۸۶۳ء، دیوان غالبؔ نسخۂ رام پور ۱۹۴۲ء اور نسخۂ حمیدیہ بھوپال ۱۹۲۱ء سے بھی مدد لینی پڑی۔

☆ مقالہ نگار کے نزدیک اگر مرتّب، غالبؔ کی زندگی کے نسخوں سے مدد لیتا تو زیادہ بہتر رہتا۔ لیکن مرتب کے خیال میں:

”غالبؔ نے مطبع احمدی کا متن دیکھ کر اسے درست کر کے دیوان مطبع نظامی میں چھپوایا تو اس کا

Vol.7, No.3 2023
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

مطلب یہ ہوا کہ انھوں نے متن ہمیشہ کے لیے خود طے کر دیا۔ اب اس سے پہلے کے ایڈیشنوں کو ہم نہ صرف استعمال نہیں کر سکتے بل کہ وہ شاید اختلاف نسخ کے تحت بھی نہیں آئیں گے۔"

(رسالہ "قومی زبان" کراچی، فروری ۱۹۶۹ء، ص ۳۲)۔

مقالہ نگار کے مطابق مطبع نظامی میں بھی غلطیوں کی نشان دہی ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں اسے درست سمجھ لینا اور دوسرے نسخوں کو یک سر نظر انداز کر دینا غیر منطقی ہے۔

(۲) غالبؔ اور اقبالؔ کے موازنے کے سلسلے میں چار مقالے "قومی زبان" کی مختلف اشاعتوں کے ذریعے منظرِ عام پر آئے۔ اور بعد ازاں دیگر رسائل میں بھی شائع ہوئے۔ ان مقالات کی ترتیب درج ذیل ہے:

۱۔ "غالبؔ اور اقبالؔ" از مخمورؔ اکبر آبادی، ص ۱۱، فروری ۱۹۶۹ء۔

۲۔ "غالبؔ اور اقبالؔ۔ ایک تقابلی جائزہ" از سید مظفر حسین، ص ۲۷، فروری ۱۹۹۳ء۔

۳۔ "غالبؔ اور اقبالؔ" از نثار احمد مرزا، ص ۴۳، فروری ۱۹۹۳ء۔

۴۔ "غالبؔ اور اقبالؔ (اسالیب کا تقابلی جائزہ)" از این پریگرین، ص ۳۹، فروری ۱۹۹۷ء۔

مخمورؔ اکبر آبادی کے مقالے "غالبؔ اور اقبالؔ" سے اس موازنے کا آغاز ہوا۔ فاضل مقالہ نگار کے نزدیک غالبؔ نے ہمیں تنزّل کے نقطۂ عروج کا مرقّع دکھایا جب کہ اقبال نے ہمیں نشئۂ امکان کی بشارت دی۔ غالبؔ کی شاعرانہ شخصیت کو کسی ماقبل سے کوئی نسبت نہیں جب کہ اقبال کو تصوّراتی اعتبار سے مولانا روم، ہیگل ۱۴ اور غالبؔ سے ہے۔ غالبؔ اور اقبالؔ کی داخلی اور خارجی مماثلت بصیرت افروز ہے جب کہ ان دونوں نے "بازگشت" اپنے لیے ممنوع کر دی ہے۔

فاضل مقالہ نگار کی رائے میں غالبؔ اور اقبالؔ کے کلام میں اکثر موضوعات وخیالات میں مشابہت نظر آتی ہے لیکن خضر کے باب میں ان دونوں کی فکر میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اس مضمون کی اشاعت کے بعد فروری ۱۹۹۳ء کے "قومی زبان" کے صفحہ نمبر ۲۹ تا ۳۴ پر سید مظفر حسین کا تحریر کردہ مضمون بہ عنوان "غالبؔ اور اقبالؔ۔ ایک تقابلی جائزہ" شائع ہوا۔ مضمون کے آغاز میں "بانگِ درا" کے دیباچے میں شیخ عبدالقادر نے غالبؔ اور اقبالؔ میں چند مشترک باتوں کے بارے میں لکھا ہے:

"اگر میں تناسخ کا قائل ہوتا تو ضرور کہتا کہ مرزا اسداللہ خاں غالبؔ اردو اور فارسی شاعری سے عشق تھا اس لیے ان کی روح کو عدم میں جا کر بھی چین نہ ملا اور مجبور کر دیا کہ پھر کسی جسد خاکی

۶

میں جلوہ افروز ہو کر شاعری کے چمن کی آبیاری کرے اور اس میں پنجاب کے ایک گوشے میں جسے سیال کوٹ کہتے ہیں دوبارہ جنم لیا اور محمد اقبال نام پایا۔ تقریباً اسّی سال کے فرق کے باوجود بہت سی مشترک باتیں ہیں۔ دونوں کا قادر الکلام اور باعظمت ہونا، دونوں کی یکساں مقبولیت اور دونوں کا اردو اور فارسی میں شعر کہنا، دونوں کا مرزا عبدالقادر بیدلؔ کے اسلوب کو اپنانے کی کوشش، دونوں کا جویائے اسرار ہونا وغیرہ"۔ ۱۵

فاضل مقالہ نگار نے بھی اپنی تحریر میں اقبالؔ اور غالبؔ کی مشترک اور غیر مشترک باتوں کی نشان دہی کی ہے۔ مشترک باتوں میں دونوں کا قادر الکلام ہونا، باعظمت ہونا، مقبول ہونا، اردو اور فارسی میں شعر کہنا، عبدالقادر بیدلؔ کی پیروی کرنا جب کہ غیر مشترک باتوں میں اقبال کا شاعر سے کہیں زیادہ مبلّغ اور مصلح ہونا۔

☆ اقبالؔ ایک رنگین نوا شاعر، مفکّر و مدبّر تھے جب کہ غالبؔ بنیادی طور پر شاعرِ حسن و عشق و تصوّف تھے۔

☆ اقبالؔ نے غالبؔ کی طرح مصائب و آلام نہیں دیکھے۔

Vol.7, No.3 2023
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

☆ اقبالؔ کی زبان کلاسیکی شکوہ اور وقار ہے جب کہ غالبؔ کا اسلوب خالصتاً تغزّل کا اسلوب ہے۔

☆ اقبالؔ نے شاعری کو انقلابی آہنگ عطا کیا لیکن مرزا غالبؔ کے کلام میں شیلے۱۶ کی سی پرواز، کیٹس ۱۷ کی فصاحت، گوئٹے ۱۸ کی عمیق النّظری اور شاعر کی بلند خیالی کے ساتھ مومنؔ، دردؔ، سوداؔ کی ظرافت اور میر کی سادگی پائی جاتی ہے۔

اس مضمون کی اشاعت کے بعد اسی رسالے کے صفحہ نمبر ۴۳ تا ۵۳ پر نثار احمد مرزا کا مقالہ بہ عنوان "غالبؔ اور اقبالؔ" شائع ہوا۔ مقالے کے آغاز میں غالبؔ اور اقبالؔ کی عظمت کی بات کی گئی ہے۔ پھر غالبؔ اور اقبالؔ کی بہت سی مشترک باتوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔

چند اہم نکات درج ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں:

☆ اس مضمون میں بھی شیخ عبد القادر کے اقبالؔ اور غالبؔ کے متعلق "بانگِ درا" کے دیباچے سے اخذ کردہ حوالہ دیا گیا ہے۔

☆ فاضل مقالہ نگار نے علّامہ اقبالؔ کی ایک پوری نظم کی نشان دہی کی ہے جو غالبؔ کے متعلق ہے۔ یہ نظم ستمبر ۱۹۰۱ء میں "مخزن" میں شائع ہوئی تھی۔ مقالہ نگار نے اس بات کی بھی نشان دہی کی ہے کہ اقبالؔ اپنے، خطوط، تحاریر و تقاریر شاعری میں غالبؔ کے مداحی اور پیروکاری کی برملا اظہار کرتے تھے اور ایک بند میں انھیں گوئٹے کا ہم پلہ قرار دیا گیا ہے۔

☆ غالبؔ ملّا عبد الصّمد جب کہ اقبال عبد العلی ہروی سے متاثر تھے۔ ان دونوں عالموں کا تعلق ایران سے تھا۔

☆ "پیامِ مشرق" میں اقبالؔ نے براؤننگ ۱۹، بائرن ۲۰ اور رومی ۲۱ اور غالبؔ کا موازنہ کیا ہے۔ اس موازنے میں فنّی طور غالبؔ سے متاثر نظر آتے ہیں۔

☆ غالبؔ اور اقبالؔ دونوں کا فلسفہ رجائی ہے۔

۷

اس مضمون کی اشاعت کے بعد فروری ۱۹۹۷ء میں "قومی زبان" میں سوویت جائزہ ۹۶۹۱ء، شعبۂ اطلاعات و سفارت خانہ، سوویت یونین، دہلی سے ماخوذ این پریگرین کا ایک مضمون بہ عنوان "غالبؔ اور اقبالؔ (اسالیب کا تقابلی مطالعہ)" شائع ہوا۔ اس ضمن میں درج ذیل بنیادی نکات کا ذکر کیا گیا ہے:

☆ اقبالؔ کے برعکس غالبؔ کے اشعار میں جن میں "شمع" کا استعمال تھا ہمیں صرف ایک میں "رات" کا ذکر ملا ہے۔

☆ اقبالؔ کے برعکس غالبؔ کے اشعار میں ہمیں ۳۰ اشعار ایسے ملے ہیں جن میں "شمع و پروانہ" کے ساتھ ایسے الفاظ بھی تھے جن سے "اندھیرا" ظاہر ہو۔ مثلاً تیرہ سرا، شبِ سیاہ، کلبہ تار، تیرہ شباں وغیرہ۔

☆ اقبالؔ کے یہاں تصوّرات اور لوازمات کی کثرت ہے۔

مضمون کے آخر میں "گدا" اور "شاہ" کے استعاروں سے مزیّن اشعار کے ان الفاظ کو استعمال کرنے کے مقاصد اور اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے موازنہ کیا گیا ہے۔

چاروں مقالات جن کا تعلق غالبؔ اور اقبالؔ کے موازنے سے تھا ان میں اکثر نکات مشترک پائے گئے جب کہ غیر مشترک نکات کی تعداد بہت پائی گئی۔ اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ غالبؔ اور اقبالؔ ایک ہی سلسلے کی دو کڑیاں ہیں۔ مرزا غالبؔ اور اقبالؔ کے کلام کی شہرت و مقبولیت موجودہ دور میں بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔ ان دونوں شاعروں کو فنِّ شعر کی کسوٹی پر پرکھتے ہوئے جائزہ لیا جاتا ہے تو ان کے فکر و خیال میں مشترک پہلوؤں کی نشان دہی کثرت سے پائی جاتی ہے۔ ان دونوں شعراء کے کلام میں بہ وجوہ مشترک الخیالی، ناقدین کے لیے ان کے کلام کی قدر و قیمت کا تعین کرتے ہوئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ ان دونوں میں سے بڑا شاعر کون ہے۔

(ج)

(۱) رسالہ "قومی زبان"، شمارہ فروری ۱۹۷۷ء کے صفحہ نمبر ۵ تا ۱۲ پر ایک مقالہ بہ عنوان "غالب کی فارسی غزل گوئی" شائع ہوا۔ یہ مقالہ کبیر احمد جائسی کا تحریر کردہ ہے۔ مقالے کے آغاز میں فارسی غزل گوئی کے تاریخی ارتقا کے ضمن میں یہ کہا گیا ہے: "فارسی کے ابتدائی دور میں غزلیں اپنے مفہوم و معنی کے لحاظ سے کوئی خاص بلند مرتبہ نہیں رکھتیں اور ان کی جو کچھ بھی حیثیت ہے وہ تاریخی ہے، ادبی نہیں"۔(ص ۵)

فارسی غزل کی ترقی کا حوالہ علامہ شبلی کی کتاب "شعر العجم" سے نقل کیا گیا ہے جس کے مطابق حکیم سنائی ۲۲ نے غزل کو ترقی دی اور ان کے بعد اوحدی مراغی ۲۳ نے غزل کو جذبات سے لبریز کیا۔ پھر اختصار کے ساتھ معروف فارسی اسالیب جن میں رنگِ سعدی، حافظ، ناصر علی اور بیدل کے بعد عہدِ غالب کی بات کی گئی ہے۔ بہ قول مقالہ نگار "غالب کے دور تک آتے آتے ہندوستان کی فارسی شاعری

یک سر دماغی شاعری رہ گئی۔ اب شاعری کا کام جذبات و احساس کی ترجمانی نہیں بل کہ فنّی مہارت اور چابک دستی کا ثبوت دینا تھا"(ص ۷)۔ فارسی شعراء جذبہ و احساس کے مقابلے میں مضمون آفرینی، دقّت پسندی اور فنّی پختگی کے دل دادہ تھے۔ غالب نے شعر و سخن کے اسی ماحول میں آنکھ کھولی مگر قابلِ ستایش توجّہ بات یہ ہے کہ ان کے کلام میں حافظ اور فغانی کا رنگ بھی کہیں کہیں جھلکتا نظر آتا ہے۔ "یہ دو متضاد رنگ مل کر غالب کی شاعری کو ایک عجوبہ بنا دیتے ہیں جس کی ستایش مشکل ہی سے ممکن ہے"(ص ۷)۔

۸

مقالۂ زیرِ نظر کے چند اہم نکات قابلِ ذکر ہیں:

☆ غالب کی فارسی غزل میں صنعت گری کو اہمیت دی گئی ہے۔

☆ انھوں نے مروّجہ دماغی شاعری میں عرفانی اور جذباتی رنگ شامل کیا۔

☆ (مقالے میں درج) "اشعار کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ نظیری، عرفی، ظہوری اور حزیں کے رنگِ کلام نے غالب کو بروقت سنبھال لیا اور ان کے کلام کو چیستان نہ بننے دیا"(ص ۱۱)۔

☆ "غالب کے دل کی شاعری بھی ان کے تابع ہے۔ اسی وجہ ان کے یہاں وہ گہرا جذباتی رنگ نہیں ملتا جو شفائی، وحشی اور شرف قزوینی وغیرہ کا خاصہ ہے"(ص ۱۲)۔

☆ "غالب کی شاعری جن رنگ ہائے کلام سے مل کر بنی ہے، ان میں دماغی اور تخیلی رنگ بہت گہرا ہے جو یقیناً کسی بڑے دماغ کی کاوش کی نتیجہ ہو سکتا ہے"(ص ۱۲)۔

مقالہ نگار کے مطابق اگر غالب فارسی غزل گوئی میں فارسی کے بڑے بڑے شعرا کے اسالیب اور فکر و تخیّل کا اپنے کلام پر اثر نہ لیتے اور زورِ کلام پیدا نہ کرتے تو ان کی شاعری بلند مرتبہ حاصل نہ کر پاتی اور چیستان بن کر رہ جاتی۔

(۲) رسالہ "قومی زبان" (شمارہ اکتوبر ۱۹۷۸ء) کے صفحہ نمبر ۱۹ تا ۲۴ پر ڈاکٹر اویس صالح صدیقی کا ایک مقالہ بہ عنوان "غالب اور ایران" شائع ہوا ہے۔ یہی تحریر "ایران غالب کے تصوّر میں" کے عنوان سے "الولی" حیدر آباد (سندھ) کے صفحہ نمبر ۲۳ تا ۳۴ پر جون ۱۹۷۸ء کے شمارے میں بھی شائع ہوئی۔ اسے ایک تعارفی مقالہ کہنا غلط نہ ہو گا۔ مقالہ نگار نے مختلف انداز سے ایک ہی بات کو کئی رنگ میں پیش کرنے کی سعی کی ہے۔

چند اہم نکات درج ذیل ہیں جن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مقالہ نگار نے غالب کے ایران سے تعلق و ابستگی کو کس خوش نگاری سے خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

☆ مقالہ نگار کے مطابق غالب کو مغلیہ دور کا آخری شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ جلوۂ خضر از صفیر بلگرامی کا حوالہ نقل کرتے ہیں:

"ہندوستان میں فارسی شاعری ایک تُرک (امیر خسرو) سے شروع ہو کر ایک تُرک (غالب) پر ختم ہو گئی"۔

☆ غالبؔ کا ایران سے والہانہ لگاؤ کے حوالے سے مقالہ نگار کہتے ہیں کہ "اگر چہ اس نے (غالبؔ نے) ایران کبھی نہیں دیکھا مگر حافظ و خیّامؔ کے وجد آفرین و دل رُبا نغموں سے گونجنے والی جنّتِ ارضی کی کیف آور بادِ بہاری، اس کے تصوّر میں اٹھکھیلیاں کرتی رہتی ہیں" (ص ۱۹)۔

☆ غالبؔ اور ایران سے محبت کے حوالے سے مقالہ نگار ایک اور نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"غالبؔ اگرچہ نسلاً ترک تھے مگر ایران سے محبت نے ان کو خالص ایرانی بنا دیا تھا۔ انھوں نے خود کو ایران مورث اور ایرانی روایات کا وارث و نوحہ خواں سمجھا" (ص ۲۰)۔

۹

☆ غالبؔ کی مسلّم فارسی دانی اور ایران سے عقیدت اور ان کے ایرانیوں میں مقبولیت کے بارے میں میرزا حیرتؔ دہلوی کا رسالہ "چراغِ دہلی" میں شائع ہونے والے ایک مضمون سے اخذ کردہ حوالہ درج ذیل ہے:

"فارسی زبان میں میرزا نے وہ مہارت پیدا کی تھی کہ ایرانی بھی عش عش کرتے تھے"۔

☆ غالبؔ کی فارسی زبان کی لیاقت کے بارے میں پیارے لال شاکرؔ میرٹھی (مدیرِ سہ ماہی رسالہ "ادیب" الہ آباد، ستمبر ۱۹۲۱ء) میں لکھتے ہیں:

"غالبؔ کی فارسی زبان کی لیاقت اجتہادی رتبے کی تھی اور ہندوستان میں فارسی کا ماہر لسان امیر خسروؔ اور فیضیؔ کے بعد غالبؔ کے پایہ کا شاید ہی نظر آئے" (ص ۳۳)۔

☆ اسی طرح فرزند احمد صفیرؔ بلگرامی، حالیؔ، مولانا غلام رسول مہرؔ اور ڈاکٹر سید عبداللہ کے حوالوں سے مقالہ نگار نے غالبؔ کی فارسی شاعری کی مہارت ثابت کی ہے۔

مقالہ نگار نے جہاں اس امر پر حیرت و افسوس کی اظہار کیا ہے کہ ایران اور فارسی بولنے والے ممالک میں غالبؔ کو وہ پذیرائی نہ ملی جس کے وہ حق دار تھے وہاں ایران میں غالبؔ پر گزشتہ پچیس سالوں میں ہونے والے تحقیقی کام کا مختصر بھی جائزہ پیش کیا ہے۔ اس جائزے کے مطابق غالبؔ کا کلام تہران یونی ورسٹی میں بہ طور نصاب شامل ہے۔ پاکستان کے ایک اسکالر نے غالبؔ کے موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے اور یوم غالبؔ کی تقاریب، چھوٹے بڑے پیمانے پر منائے جانے کا انکشاف کیا ہے۔ مقالے کے لبِّ لباب کے طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مقالہ غالبؔ کا ایران سے روحانی و قلبی رشتہ، احساسِ عقیدت، جذبۂ محبت اور والہانہ لگاؤ کی نشان دہی کرنے کے سلسلے میں عمیق مطالعے اور عرق ریزی کا مظہر ہے۔

(د)

(۱) غالبیات کے موضوع پر تحقیقی و تنقیدی، تحاریر و جائزوں کے ساتھ ساتھ رسالہ "قومی زبان" میں نئی اور پرانی شائع شدہ کتابوں پر تبصروں کی روایت رسالے کے آغاز ہی سے قائم ہے۔ ان تبصروں میں اگرچہ اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے لیکن ان کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے۔ یہ بھی محققین و ناقدین کو دعوتِ تحقیق و تنقید دیتے ہیں۔ رسالہ "قومی زبان" کے مختلف شماروں میں وقتاً فوقتاً غالبؔ سے متعلق تحریر کی گئی کتابوں پر تبصرے کیے گئے ہیں جن سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ رسالہ "قومی زبان" ابتدا ہی سے "غالبیات" کے موضوع پر تحریر کردہ کتابوں کو قارئین سے متعارف کرانے کے لیے خوش دلی اور وسیع القلبی سے کوشاں رہا ہے۔ اس رسالے میں غالبؔ سے متعلق کتابوں پر کیے جانے والے تبصروں کی تفصیل ملاحظہ کیجیے:

۱۔ کچھ "غالبؔ انسائیکلوپیڈیا" کے متعلق، از۔۔۔۔۔۔۔۔۔، ص ۱۱، ۱۶ اپریل ۱۹۵۰ء

۲۔ "ذکرِ غالبؔ" (از مالک رام)، از م۔ ن۔ پ، ص ۱۵، ۱۶ اگست ۱۹۵۱ء۔

۳۔ "احوالِ غالبؔ" مرتبہ ڈاکٹر مختارالدّین احمد، ص ۱۵، یکم اکتوبر ۱۹۵۲ء۔

۴۔ "دیوانِ غالبؔ" مرتبہ مالک رام، ص ۱۲، یکم دسمبر ۱۹۵۷ء۔

Vol.7, No.3 2023

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

۵۔ "تلامذۂ غالب" مرتبہ مالک رام، ص۱۶،۱۸ اگست ۱۹۵۸ء۔

۱۰

۶۔ "انتخابِ غالب" از مختار حسین، ص۱۸، ۱۶ستمبر ۱۹۵۸ء۔

۷۔ "دیوانِ غالب" اردو (عرشی ایڈیشن)، ص۷ ۲یکم مارچ ۱۹۶۰ء۔

۸۔ "دیوانِ غالب" کی ایک نادر شرح، ص۳۱، نومبر ۱۹۶۶ء۔

۹۔ "ذکرِ غالب" مرتبہ مالک رام، ص۷، فروری ۱۹۶۷ء۔

۱۰۔ "جہانِ غالب" از کوثر چاندپوری، ص۲۶ فروری ۱۹۶۷ء۔

۱۱۔ "جہانِ غالب" از کوثر چاندپوری، ص۷۵، اگست ۱۹۶۷ء۔

۱۲۔ "دیوانِ غالب" کی ایک نادر نادر شرح، ص۶۷، فروری ۱۹۶۹ء۔

۱۳۔ "شاعرِ امروز و فردا" (مجموعۂ مضامین)، مرتبہ: ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ص۹۲، فروری ۱۹۷۱ء۔

۱۴۔ "صحیفہ" (رسالہ) لاہور (غالب نمبر)، مدیر: عابد علی عابد)، ص۳۶ مئی ۱۹۷۳ء۔

۱۵۔ "سہ ماہی "غالب" (رسالہ)، مدیر: ظفر الحسن، ص۵۲ مئی ۱۹۷۵ء۔

۱۶۔ "غالب اور انقلاب ۱۸۵۷ء" از پروفیسر معین الرّحمان، ص۴۷، ستمبر ۱۹۷۵ء

۱۷۔ "غالب ایک مطالعہ" از پروفیسر ممتاز حسین، ص۴۶، جنوری ۱۹۷۶ء۔

۱۸۔ "نکاتِ غالب" مرتبہ: مولوی نظام الدّین، ص۴، اگست ۱۹۷۸ء۔

۱۹۔ "اردوئے معلّٰی" (غالب کے خطوط)، ص۴۴، اگست ۱۹۷۸ء۔

۲۰۔ "غالب اور صفیر بلگرامی" از مشفق خواجہ، ص۴۹، اگست ۱۹۸۱ء۔

۲۱۔ "غالب" (رسالہ) آسٹریلیا، مدیر: متین عباس، ص۴۷، جنوری ۱۹۸۲ء۔

۲۲۔ "مکاتیبِ خضر" (خطوط غالب کی پیروڈی) از خالد اختر، ص۸۸، جون ۱۹۸۹ء۔

۲۳۔ "غالب" (شش ماہی رسالہ)، مدیر: مختار زمن، مشفق خواجہ، ص۹۲ جون ۱۹۸۹ء۔

۲۴۔ "بیاضِ غالب" (تحقیقی جائزہ) از کمال صدیقی، ص۴۶، فروری ۱۹۸۹ء۔

۲۵۔ "شارحینِ غالب کا تنقیدی جائزہ" از ڈاکٹر محمد ایوب شاہد، ص۷۷، فروری ۱۹۸۹ء۔

۲۶۔ "غالبیات۔ چند شخصی اور غیر شخصی حوالے" از کالی داس گپتا رضا، ص۶۲، اگست ۱۹۸۹ء۔

۲۷۔ "غالب نکتہ بیں" از سجّاد مرزا، ص۷۵، اکتوبر ۱۹۹۵ء۔

۲۸۔ "غالب شناسی کے کرشمے" از افتخار احمد عدنی، ص۴۹، نومبر ۱۹۹۵ء۔

۲۹۔ "انشائے غالب" از رشید حسن خاں، ص۷۱، جولائی ۱۹۹۶ء۔

۳۰۔ "غالب کا ذوقِ تماشا" از ڈاکٹر وزیر آغا، ص۷۶، جولائی ۱۹۹۷ء۔

سرسری جائزے سے یہ امر کی واضح ہوجاتا ہے کہ رسالہ "قومی زبان" میں موجود ذخیرۂ غالبیات بہ لحاظ مقدار و معیار توجہ طلب ہے۔ یہ گنجِ گراں مایہ، ایسے بحث خیز مواد کا حامل ہے جو محققین کے لیے حقائق کی تلاش و جستجو کی نئی راہیں فراہم کرسکتا ہے۔ رسالہ "قومی زبان" کے قلم کاروں نے آغاز ہی سے غالب کی حیات اور کلام کا عمیق مطالعہ کر کے مستقبل میں تحقیق کرنے والوں کے

۱۱

لیے عمدہ نظیر قائم کی ہے۔ غالبیات کے موضوع سے اس رسالے کی والہانہ دل چسپی غیر مستقل نہیں بل کہ تسلسل کے ساتھ جاری و ساری ہے۔

حواشی:

۱۔ یادگارِ غالبؔ، از حالی، ص ۱۳۳۔

۲۔ ایضاً، ص ۱۳۳۔

۳۔ شیخ محمد اکرام (۱۹۰۸ء۔ ۱۹۷۳ء) لاہور، پاکستان، مورخ محقق، مصنّف ''آثارِ غالبؔ''، نشانِ سپاس، ستارۂ امتیاز۔ (ریختہ ڈاٹ آرگ)۔

۴۔ مسٹر مالک رام (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۹۳ء) ماہرِ غالبیات، مصنّف ''ذکرِ غالبؔ''۔ (ریختہ ڈاٹ آرگ)۔

۵۔ مولانا غلام رسول مہرؔ (۱۹۷۱ء۔ ۱۸۹۵ء)، ادیب، مورّخ، نقاد، صحافی، غالبؔ شناس اور مترجم (ریختہ ڈاٹ آرگ)۔

۶۔ ''ذکرِ غالب'' از مالک رام، ص ۲۳۔

۷۔ خطوطِ ابوالکلام آزادؔ بہ نام مولانا غلام رسول مہرؔ، مرتبہ: مالک رام ص ۲۲۹۔ ۳۰، ساہتیہ اکادمی، نئی دہلی ۱۹۹۱ء۔

۸۔ غالبؔ نامہ یا آثارِ غالبؔ از شیخ محمد اکرام، ص ۳۸، سمتا پرنٹنگ پریس، لکھنؤ۔

۹۔ ''روحِ غالبؔ'' از ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ، ص ۴۸۔ ۴۹، ادارۂ ادب جدید، حیدرآباد دکن، ۱۹۳۹ء۔ ۱۰۔ نواب علاء الدّین خاں علائی ولد نوّاب امین الدّین احمد خاں: (۱۸۳۳ء۔ ۱۸۸۴ء) ان کی تعلیم کی ابتدا غالبؔ کی نگرانی میں ہوئی۔ غالب کے عزیزوں میں سے تھے اور ان کی اہلیہ کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھے۔ اردو اور فارسی کے شاعر تھے۔ (اے۔ آر۔ ٹی۔ اردو۔ یوٹیوب)۔

۱۱۔ ''خطوطِ غالبؔ'' (بہ نام علاؤالدین علائی) از مولانا غلام رسول مہرؔ، ص ۷۷۔ ۷۸، اشاعت ۲۰۱۹ء۔

۱۲۔ منشی ہر گوپال تفتہؔ (۱۲۱۴ھ۔ ۱۲۹۶ھ) مرزا غالبؔ کے چہیتے شاگرد تھے۔ ان کا شمار ان کے مخصوص احباب میں ہوتا ہے۔ غالبؔ کے سب سے زیادہ خطوط ان ہی کے نام ملتے ہیں۔ فارسی کے نغز گو شعرا میں ہیں۔ ان کے چار ضخیم فارسی دیوان ہیں۔

(''میرزا ہر گوپال تفتہ'' مرتبہ پروفیسر ریحانہ خاتون۔ ص ۹، ناشر غالب انسٹی ٹیوٹ ۲۰۰۸ء)۔

۱۳۔ ''خطوطِ غالبؔ'' (بہ نام منشی ہر گوپال تفتہؔ) از مولانا غلام رسول مہرؔ، ص ۲۰۹۔ ۱۰، اشاعت ۲۰۱۹ء۔

۱۴۔ جارج ولیم فریڈرک ہیگل (۲۷ اگست ۱۷۷۰ء۔ ۱۴ نومبر ۱۸۳۱ء) ایک جرمن فلسفی اور جرمن مثالیت کی اہم شخصیت تھا۔ یہ اپنے دور میں بہت مشہور ہوا اور براعظمی روایتِ فلسفہ اور تجزیاتی روایت میں بھی بااثر ثابت ہوا۔ (ویکی پیڈیا۔ آزاد دایرۃ المعارف)۔

۱۵۔ ''کلیاتِ اقبال'' (دیباچہ بانگِ درا) از شیخ عبدالقادر بیرسٹر ایٹ لا، سابق مدیر: ''مخزن''، ص ۷، شمع بک ایجنسی لاہور۔

۱۲

۱۶۔ شیلے (۴ اگست ۱۷۹۲ء۔ اٹلی۔ ۸ جولائی ۱۸۲۲ء اٹلی) پرسی بشی شیلی۔ شاعر کا شاعر، ادیب اور ناول نگار۔ (ویکی پیڈیا)۔

۱۷۔ جان کیٹس (اکتوبر ۱۷۹۵ء لندن۔ ۲۳ فروری ۱۸۲۱ء روم) انگریزی ادب کا ایک عظیم شاعر اور رومانوی تحریک کی اہم شخصیت تھا۔ اس کی خوب صورت شاعری حسوں کو متاثر کرتی ہے اردو شاعرہ پروین شاکر نے کیٹ کو شاعرِ حسن و جمال کہا ہے۔ (وکی وانڈ ڈاٹ کام)۔

۱۸۔ گوئٹے (۲۸ اگست ۱۷۴۹ء۔ ۲۲ مارچ ۱۸۳۲ء) جرمنی کا مشہور شاعر اور فلسفی تھا۔ شاعری، ڈراما، ادب فلسفہ

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7, No.3 2023

الٰہیات، غرض بے شمار اصناف میں لکھتا رہا۔ ادب کے علاوہ اس نے قانون، طب، علمِ کیمیا اور علمِ برق کی تعلیم بھی حاصل کی۔ وہ سیاست دان، تھیٹر ڈائریکٹر، نقاد اور سائنس دان بھی تھا۔ ان تمام صفات میں مل جل کر اسے عالمی دیو قامت شخصیات کی صف میں لا کھڑا کیا۔ (گوئٹے۔ آزاد دائرۃ المعارف، دیکی پیڈیا)۔

۱۹۔ رابرٹ براؤننگ (مئی ۱۸۱۲ء۔ ۱۲ دسمبر ۱۸۸۹ء) انگریزی شاعر اور ڈرامانگار (آزاد دائرہ معارف۔ ویکی پیڈیا)۔

۲۰۔ لارڈ بائرن (۱۷۸۸ء۔ ۱۸۲۴ء) انگریزی زبان کا مشہور شاعر تھا۔ ڈاکٹر اقبال کی طرح اپنے دور کی سیاست پر اثر انداز ہوتا ہے۔ (آزاد دائرۃ المعارف۔ ویکی پیڈیا)۔

۲۱۔ مولانا جلال الدین رومی (۱۲۰۷ء۔ ۱۲۷۳ء) فارسی زبان کے شاعر تھے۔ بہت سے لوگ مولانا رومی کے نام سے جانتے ہیں۔ وہ تیرھویں صدی کے فارسی زبان کے مذہبی و صوفی شاعر تھے۔ مثنوی معنوی مشہور ہے۔ (ہندی کویتا ڈاٹ کام)۔

۲۲۔ ابوالمجد بن آدم حکیم سنائی غزنوی (۱۰۸۰ء غزنی (افغانستان)۔ ۱۱۳۱ء غزنی) ایک اعلا درجے کے فارسی زبان کے شاعر اور فلسفی تھے۔ انھوں نے قصائد، غزلیات اور مثنویات پر طبع آزمائی کی سے سے پہلے غزل کو حکیم سنائی نے رواج دیا۔ (ویکی پیڈیا)۔

۲۳۔ رکن الدین، اوحدی مراغی / اوحدی اصفہانی (۱۲۷۲ء۔ ۱۳۳۸ء) ایک فارسی صوفی اصفہان کی نسبت اصفہانی مشہور ہوئے۔ نظریۂ وحدت الوجود کے پیرو اور علمبر دار۔ دو مثنویاں "جامِ جم" اور "دہ نامہ" یا "منطق العشاق" اور ایک دیوان کے مصنف۔ "جامِ جم" تصوف کے موضوع پر ان کا شاہ کار ہے۔ ابو حامد اوح الدین کرمانی کے مرید تھے۔ اسی نسبت اوحدی اصفہانی کہلائے۔
(اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جلد اول، اشاعت اول ۱۹۸۷ء، ص ۱۵۴)۔